© rasailojaraid.com

قرآن کا نظریۂ کائنات

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ○
(الملک : ۳)

تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟

ڈاکٹر عبدالمغنی

فطرت و قدرت

فطرت و قدرت کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں لیکن ان کے درمیان لغت کے اعتبار سے ایک فرق ہے۔ فطرت دنیا میں پیدا ہونے والی چیزوں کی اصلیت ہے اور اس لحاظ سے ہستی کے جتنے مظاہر ہیں سب کا تعلق فطرت سے ہے۔ آدمی کے نقطۂ نظر سے ایک فطرت اس کے وجود کے اندر ہے، دوسری فطرت اس کی نگاہوں کے سامنے زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی پوری کائنات ہے۔ قدرت درحقیقت خدا کی اس قوت و طاقت اور اس کے بنائے ہوئے اس منصوبہ و نظام کا نام ہے جو زندگی کے تمام جلووں اور پہلوؤں پر حاوی ہے۔ چناں چہ اگر محاورے میں فطرت کو بھی قدرت کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں وجود کے تمام مظاہر کو ایک خدا کی مخلوقات سمجھا جاتا ہے۔

فطرت و قدرت کی یہ ہم آہنگی بلا وجہ نہیں۔ یہ انسان کے ضمیر کی آواز بھی ہے اور زندگی کا قانون بھی۔ ہزاروں لاکھوں سال سے جو کارخانۂ ہستی چل رہا ہے وہ بے بنیاد اور بے معنی نہیں۔ اس کا ایک مقصد ہے۔ آدمی کی عقل نے جس حد تک بھی اس مقصد کو سمجھا ہے اسے محسوس ہوا ہے کہ کائنات کی تخلیق کسی بالاتر ہستی نے ... ہے، اس کے منصوبے کے مطابق ہوئی ہے اور حیات ایک نعمت ہے جو ... دی گئی ہے کہ اس کے تقاضے پورے کیے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کی جائیں۔ یہ احساس خدا کی مشیت اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر کی طرف بہت واضح اشارہ کرتا ہے جس سے زندگی کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اہمیت انسان سے زندگی کے متعلق ایک سنجیدہ رویئے کا مطالبہ کرتی ہے۔ دنیا کھیل تماشے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں زندگی کی جو نوعیت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کچھ کر دکھانے کی جگہ ہے اور جو کچھ کیا جائے گا اس کا حساب ہوگا، جس کے مطابق کرنے والے کی حیثیت کا تعین ہوگا۔ ایسی حالت میں آدمی کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ فطرت وقدرت کی حقیقتوں، اصولوں اور مطالبوں کو سمجھ کر ان کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرے، تاکہ اس کی ہستی نہ صرف باقی رہے بلکہ اسے صحیح طور پر ترقی کا موقع ملے۔

حیات وکائنات

فطرت وقدرت کی طرح حیات وکائنات کے الفاظ بھی بہ کثرت ساتھ ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں، اگرچہ ان کے معنوں میں جو فرق ہے وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے باوجود یہ بات اپنی جگہ ہے کہ حیات وکائنات کے درمیان ایک اندرونی ربط ہے۔ حیات بغیر کائنات کے نہیں ہو سکتی، وہ کائنات کے اندر ہی ہوتی ہے اور اس کے تقاضے ایک کائنات بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کا کوئی تصور حیات کے بغیر معمول کے مطابق نہیں کیا جا سکتا، کائنات جب ہے تو اس میں حیات بھی ہے۔ رہا یہ سوال کہ کائنات پہلے ہے یا حیات، تو اس کا جواب آسان نہیں اور یہ مرغی پہلے کہ انڈا پہلے جیسا سوال ہو جاتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ حیات وکائنات کا وجود ساتھ ساتھ ہوا

بہرحال، زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ حیات وکائنات کا وجود یک بارگی ہوا یا کسی ارتقا کے نتیجے میں؟ اس سوال پر غور کرنے کے لیے اگر یہ مان لیا جائے کہ حیات وکائنات میں ترقی کا ایک سلسلہ ہے تب بھی پہلا اور بنیادی سوال یہ ہوگا کہ کائنات یا حیات کا وہ مادہ کیسے وجود میں آیا جس نے ترقی کے مدارج طے کیے؟ یہ سوال بھی ساتھ ساتھ اٹھے گا کہ کیا تمام چیزیں ایک دوسرے کے اندر سے نکلتی چلی گئی ہیں؟ ان سوالوں کے قطعی جواب دینے سے انسان کی عقل قاصر ہے، اس لیے کہ اس کے پاس کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت اس بات کا نہیں کہ وجود کا بنیادی مادہ کب اور کیسے پیدا ہوا، پھر مختلف چیزیں کس طرح ابھرتی اور بڑھتی چلی گئیں؟

اب کائنات اور اس میں حیات کی جو شکل ہمارے سامنے ہے اور ہم نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں کی حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہم اس کے سوا کوئی اور بات نہیں کہہ سکتے بلکہ اس اقرار پر مجبور ہیں کہ حیات و کائنات ایک واقعہ ہے، ایک ہستی ہے، کوئی فریب نہیں، کوئی خواب نہیں۔ لہٰذا حیات و کائنات کے متعلق ہمیں پوری سنجیدگی سے ایک رائے قائم اور ایک رویہ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ ہم سایوں اور سرابوں کے پیچھے نہیں دوڑتے رہیں اور دھوکا نہیں کھائیں، زندگی کو برباد نہیں کریں، بلکہ حقیقتوں کو سمجھ کر، شعور کی روشنی میں اپنی قوت اور وقت کا استعمال زندگی کو نکھارنے اور سنوارنے کے لیے کریں، تاکہ ایک منزل کی طرف آگے بڑھیں۔ کامیابی اور ترقی کا راز اسی میں ہے۔

بنیادی رویّہ

فطرت و قدرت اور حیات و کائنات کے متعلق بنیادی طور پر انسان کے لیے ضروری ہے کہ ایک واضح رویہ اختیار کرلے، ورنہ دنیا میں اس کی زندگی بالکل غیر فطری، نامعقول اور بے کار ہوگی۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ جو حیات اسے ملی ہے وہ کیا ہے، جس کائنات میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے اور جس فطرت پر اسے پیدا کیا گیا ہے یا وہ پیدا ہوا ہے اور جو فطرت اس کی نگاہوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے اس کے پیچھے کون سی قدرت کام کر رہی ہے، تو ظاہر ہے کہ آنکھوں کے باوجود اس شخص کی زندگی ایک اندھے کی ہوگی، ایک ایسے اندھے کی جس کے سر اور دل دونوں کی آنکھیں بند ہوں گی، جس کا نہ کوئی ذہن و دماغ ہوگا نہ شعور و کردار، وہ حیوان سے بھی بدتر ہوگا اور اس کا شمار نباتات و جمادات میں کیا جائے گا۔

یہ بنیادی رویہ دو قسم کا ہو سکتا ہے، ایک یقینی، ایک غیر یقینی۔ تمام مشاہدات و تجربات کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فطرت و قدرت اور حیات و کائنات کی اصلیت و حقیقت کا معاملہ غیب کا ہے اور صورت یہ ہے کہ اس سے متعلق یا تو کسی یقینی ذریعے سے کوئی واضح علم حاصل ہو جائے یا بالکل غیر یقینی طور پر صرف قیاس و تخمین سے کام لیا جائے۔ دونوں صورتوں میں کچھ دلیلیں ہوں گی، لیکن جو دلیل شک اور گمان کی بنا پر دی جائے گی ظاہر ہے کہ اس سے زندگی کا کوئی ٹھوس عمل پیدا نہیں ہوگا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب کہ یقین و اعتماد پر مبنی دلیل لازماً ایک ٹھوس عمل کی تحریک کرے گی۔ اس طرح زندگی کے متعلق دو مختلف بلکہ متضاد رویے رونما ہوں گے اور ان کے مخصوص نتائج بھی برآمد ہوں گے۔

اس سلسلے میں رویوں کی سب سے واضح تقسیم یہ ہے کہ ایک رویہ مذہب کا ہے جس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے اور دوسرا رویہ لامذہبیت کا ہے جو آدمی کے عقلی قیاسات پر مبنی ہے۔ وحی کا صاف اقرار ایمان کی شان ہے اور وحی سے انکار یا اس کے متعلق تذبذب بے دینی کی کیفیت ہے۔ فطرت و قدرت اور حیات و کائنات کی معروف عالمانہ و حکیمانہ تحقیق دونوں حالتوں میں ممکن ہے مگر ان کے نتائج اور اثرات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوں گے۔ وحی پر ایمان کے ساتھ انفس و آفاق کا جو مشاہدہ و مطالعہ ہوگا وہ ایک مثبت ضابطۂ عمل مرتب کرے گا، جب کہ اس ایمان کے بغیر زندگی کے مظاہر کا جو تجسس کیا جائے گا اس میں منفی قسم کی فکری تشکیک پائی جائے گی۔

پرانے زمانے میں ان رویوں کی باہمی آویزش کو مذہب اور سائنس کی کشمکش سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تعبیر صحیح نہیں تھی۔ سائنس کے لیے لامذہب ہونا ضروری نہیں اور مذہب کے لیے لازمی نہیں کہ وہ سائنس کی مخالفت کرے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ایک سائنس مذہب پسند ہو اور دوسری مذہب بے زار۔ یہ فرق بھی دراصل سائنس داں کے ذاتی رویے پر منحصر ہے، ورنہ سائنس بجائے خود ایک غیر جانب دار شئے ہے، جس کا استعمال کسی بھی مقصد کے لیے ہو سکتا ہے۔

سائنس کا نظریۂ کائنات

کائنات سے عالموں اور فلسفیوں کی دل چسپی بہت پرانی ہے۔ بعض اہل علم کے درمیان ستارہ شناسی ایک دل چسپ مشغلہ ہے۔ Astrology ایک پرانا فن ہے، جس میں دنیا اور آدمی کے حالات و واقعات پر ستاروں کی چال کا اثر دکھایا جاتا ہے۔ اس جنتر منتر نے بڑھ کر باضابطہ علم نجوم (Astronomy) کی شکل اختیار کر لی اور اس کی مزید ترقی طبعیات نجوم (Astrophysics) کی تشکیل کا باعث ہوئی، یہاں تک کہ کائنات، اس کے سیاروں اور ستاروں کے مطالعہ کے لیے سائنس کے ایک تازہ ترین شعبۂ علم کائنات (Cosmology) کا وجود عمل میں آیا۔ لیکن کائنات کے سارے حکیمانہ مشاہدات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حد اس موضوع پر پیرس سے ۱۹۸۸ء، میں شائع ہوئے والی ایک کتاب کے اس ذیلی عنوان سے معلوم ہوجاتی ہے:

(Conversations About the Invisible (غیب کے متعلق گفت وگو[1]

ظاہر ہے کہ غیب کے متعلق، جس کی کھلی اور قطعی شہادت کسی ٹھوس شکل میں نہیں مل سکتی، انسان کی ہر گفت وگو ظن وتخمین اور قیاس وگمان پر مبنی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے حقائق کی مادی تعبیر کے متعلق سائنس کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتی اور اس سلسلے میں اس کا کوئی دعویٰ کسی واضح دلیل پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مدت تک سائنس دانوں کے درمیان یہ مباحثہ ہوتا رہا کہ کائنات ایک بار بن کر ساکن ہوگئی یا مسلسل حرکت وترقی کررہی ہے۔ ۱۹۲۲ء سے ایک روسی سائنس داں، فریڈمین (Friedman) کائنات کے متحرک ہونے کا خیال پیش کرتا رہا، مگر ۱۹۵۰ء کی دہائی تک کائنات کی عمر کبھی دس بلین اور کبھی بیس بلین بتانے والے سائنس داں کائنات کی حرکت یا سکون کے متعلق اپنے اختلافات کا اظہار کرتے رہے۔ متحرک یا ساکن ہونے کے ساتھ ساتھ کائنات کے محدود یا لامحدود ہونے کی منطقی بحث بھی چلتی رہی۔

ایچ بونڈی (H. Bondy)، ٹی، گولڈ (T. Gold)، فرڈ ہوائل (Fred Hoyle)، ولیم فاؤلر (William Fowler) جیسے اہل علم وحکمت کائنات کی تعمیر وتشکیل پر مباحثے کرتے رہے، مگر وہ کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہیں پہنچ سکے۔ ان کی ایک بڑی الجھن اس سلسلے میں خدا کے اقرار وانکار کا مسئلہ تھا۔ سائنس دانوں نے علم کی غیر جانبداری میں اتنی انتہا پسندی کی کہ انھوں نے سائنس کو بے خدا (Atheist) تسلیم کرنا ضروری سمجھا اور اسی مفروضے پر، جس کا حکیمانہ معروضیت (Scientific objectivity) سے کوئی اصولی تعلق نہیں تھا، کائنات کے یک بارگی وجود کے بعد اس کو جامد قرار دے دیا، اس لیے کہ کائنات کی مسلسل حرکت کسی محرک کی ہستی کا تصور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ ایک عجیب وغریب صورتِ حال ہے اور بالکل محال ومتضاد قسم کی ہے۔ ایک طرف ارتقا،

---

[1] اس گفت وگو میں شریک ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- Jean Andouze، Jean-claude Carriere، Michel Casse

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Evolution) کا خیال ہے جو حرکت پر مبنی ہے اور دوسری طرف اس جمود کی وکالت ہے جو تخلیق (Creation) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس الجھن سے محسوس ہوتا ہے کہ لادین سائنس داں نہ تو ارتقا کا مطلب ٹھیک ٹھیک سمجھتے ہیں نہ تخلیق کا اور ان کی جانب سے معروضیت کے سارے دعوے دراصل ایک موضوعی (Subjective) مفروضے پر قائم ہیں۔ یہ طرز فکر کوئی فلسفہ ہو تو ہو، سائنس نہیں ہے حکمت کے لیے انکار خدا کیوں ضروری ہے سب سے بڑا حکیم اور حکمت بخش تو خدا ہی ہے۔

۱۹۶۵ء میں ضرب عظیم یا بڑی چوٹ (Big Bang) کا وہ نظریہ سامنے آیا جس کا غلغلہ آج تک بلند ہے۔ اس کے علم بردار لیمائیٹر (Lemaitre) اور گامو ہیں۔ اس نظریے کے مطابق کائنات کا وجود ایک بیضۂ اصلی ("Original Egg") سے ہوا، جس میں جوہر قدیم (Primordial Atom) بہت ہی بڑی مقدار میں بھرا ہوا تھا۔ اس پہلے انڈے کے اندر انتہائی کثافت (density) کے ساتھ ساتھ حدت (heat) بھی تھی۔ یہ بنیادی مادہ ابتداءً اپنے زبردست حجم میں تابانی و تاب کاری سے معمور تھا۔ اب دو اہم ترین سوالات اٹھتے ہیں:

۱۔ بیضۂ اصلی کے عناصر کی ترکیب کیسے عمل میں آئی؟

۲۔ اس ترکیب کو وجود کے اگلے مرحلے پر کون حرکت میں لایا؟

سائنس کے تمام مکاتب فکر انھیں سوالوں کے جواب کی جستجو میں سرگرداں ہیں اس لیے کہ کائنات کی ہستی اور ترقی دونوں کا راز اس جواب میں پوشیدہ ہے اور حیات کے اسرار و رموز بھی اس میں مضمر ہیں۔ یہ جواب وہ شاہ کلید (Master-Key) ہے جس سے زندگی کے بنیادی حقائق پر لگے ہوئے سب تالے کھل جاتے ہیں اور آفاق کی صداقتوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ لیکن سائنس دانوں کی مشکل یہ ہے کہ سوالات کا تعلق درحقیقت غیب (Invisible) سے ہے اور جواب ایمان (Faith) کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا۔ غیب اور ایمان دونوں طبعی (Physical) نہیں، مابعد طبعی (Metaphysical) امور ہیں اور علم کائنات کا آغاز بھی مابعد طبعی ہے، انجام بھی مابعد طبعی، لہٰذا سوالوں کے جواب سائنس سے نہیں، مذہب سے میسر آ سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کا نظریۂ کائنات۔

قرآن نے پہلے پارے کی پہلی ہی سورہ کی بالکل ابتدائی آیتوں میں واضح کر دیا ہے کہ اللہ کی کتاب، جو خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کی گئی، ان لوگوں کو روشنی دکھاتی ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ کائنات و حیات کے آغاز کے متعلق، جو سراسر غیب کا معاملہ ہے، قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت ایک واضح اعلان کرتی ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا
أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ
كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا
مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۖ
أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝

(الانبیاء ۔ ۳۰)

کیا وہ لوگ جنھوں نے نبی کی بات
ماننے سے انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے
کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے
تھے، پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور
پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی؟ کیا وہ ہماری
اس خلاقی کو نہیں مانتے؟

اس کے فوراً بعد کی آیتوں میں تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے :۔

"۱۔ زمین میں پہاڑ جما دیے، تاکہ وہ ڈھلک نہ جائے، اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں۔

۲۔ آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔

۳۔ رات اور دن بنائے۔

۴۔ سورج اور چاند کو پیدا کیا۔

۵۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" (الانبیاء: ۳۳-۳۱)

آخری نکتے پر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیری نوٹ یہ ہے:

"فلک، جو فارسی کے چرخ اور گردوں کا ٹھیک ہم معنی ہے، عربی زبان میں آسمان کے معروف ناموں میں سے ہے۔ "سب ایک فلک میں تیر رہے ہیں" سے دو باتیں صاف سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ سب تارے ایک ہی "فلک" میں نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا فلک الگ ہے۔ دوسرا یہ کہ فلک کوئی ایسی چیز نہیں جس میں یہ تارے کھونٹیوں کی طرح جڑے ہوئے ہوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ خود اٹھیں لیے ہوئے گھوم رہا ہو، بلکہ وہ کوئی سیال شے ہے یا فضا اور خلا کی سی نوعیت کی چیز ہے جس میں ان تاروں کی حرکت تیرنے کے فعل سے مشابہت رکھتی ہے۔" (ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی از سید ابوالاعلیٰ مودودی، ۱۹۷۸ء، اشاعت اسلام ٹرسٹ، دہلی)

مذکورہ بالا سورہ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۰ کیا کائنات کی تخلیق کے متعلق سائنس کے جدید ترین نظریے Big Bang کی طرف کھلا اشارہ نہیں کرتی؟ قرآن مجید کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انھیں جدا کیا" اس بقیۂ اصلی پر ایک ضرب عظیم کا بیان ہے جس کی بات سائنس کرتی ہے۔ قرآن کے الفاظ صریحاً زمین و آسمان کی مرکب شکل کے ٹوٹنے کا تذکرہ کرتے ہیں یعنی ابتدائے کائنات میں جب وجود کے عناصر ترکیبی ایک دوسرے میں خلط ملط تھے ایک زوردار دھاکا (explosion) خدا کے حکم سے اس کی مشیت کے مطابق ہوا، جس کے بعد ہستی کا ارتقاء اگلے مراحل میں داخل ہوا۔ دھاکے سے پہلے بھی جو عناصر پیدا ہو کر ایک مرکب شکل میں یک جا ہوئے وہ خدا کی قدرت ہی کا کرشمہ تھا۔ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ عناصر وجود کی تخلیق، تحلیل اور ترکیب سب کچھ اس کی قدرت و مشیت کے تحت ہی ہوا ہے، ہو رہا ہے اور ہوگا۔

اس سلسلے میں زیر بحث آیت کا یہ جملہ کہ "پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی" کائنات اور اس میں حیات کی تخلیق و ترقی کے متعلق سائنس کے ایک اہم تصور پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس نے جو نظریہ مشاہدے اور تجربے کے بعد قائم کیا اس کی طرف اللہ کی کتاب وحی کے ذریعہ واضح اشارہ کرتی ہے۔ قرآن مجید کا فکر انگیز جملہ بالکل عام اور جامع ہے تمام زندہ چیزوں کے لیے، جب کہ زندگی کا اطلاق انسان اور حیوان کے علاوہ نباتات اور جمادات پر بھی ہو سکتا ہے۔ پودے جس طرح اگتے بڑھتے اور پہاڑ بنتے پھیلتے ہیں، وہ زندگی کی ایک علامت ہے۔ اس لیے ہر مخلوق، زندگی کے کسی بھی دائرے میں، پانی کے مادۂ حیات ہونے کی شہادت دیتی ہے، پھر پانی کو بنیادی مادہ مان کر مختلف سطحوں پر مختلف قسم کی مخلوقات کے ارتقاء کا امکان بھی ہے۔ بہر حال، جو چیز بھی پیدا ہوئی یا ہوتی ہے اس کا خالق خدا ہے اور پانی کو بھی اسی نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدا کر کے دیگر اشیاء و مخلوقات کی تخلیق کے لیے مادے کے طور پر استعمال کیا۔

زیر بحث آیت سے متصل آیات میں زمین، پہاڑ، آسمان، رات دن، سورج اور چاند کی تخلیق کا تذکرہ کر کے قرآن نے کائنات کے متعدد اہم ترین مظاہر کا احاطہ کر لیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد وجود کی توسیع و ترقی اور ہستی میں اضافہ و ارتقاء خدا کی قدرت و مشیت کے تحت، اس کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوا اور یہ جملہ کہ "سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں" یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک خدائی منصوبے کے تحت، ایک خاص ترکیب و ترتیب سے ہو رہا ہے۔ سائنس اس جملے سے سیاروں اور ستاروں کا مفہوم اخذ کر سکتی ہے، جب کہ کلام الٰہی نے ایک جامع اصول اور ایک عام قاعدے کی وضاحت کر دی ہے۔

یہ وہ نکات ہیں جو قرآن میں مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے بار بار پیش کیے گئے ہیں۔ نمونے کی چند آیتیں حسب ذیل ہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

(البقرہ: ۱۶۴)

جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے باہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اس انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ہود۔ ۷)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا جبکہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تم کو آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

تفسیری نوٹ از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ:

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پانی سے مراد کیا ہے، یہی پانی جسے ہم اس نام سے جانتے ہیں یا یہ لفظ محض استعارے کے طور پر مادّے کی اس مائع حالت کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو موجودہ صورت میں ڈھالے جانے سے پہلے تھی؟ عرش پر ہونے کا مفہوم بھی متعین کرنا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ اس وقت خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔"

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (القمر۔ ۴۹)

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

اس آیت کی تشریح مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی ہے:

"یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی الل ٹپ نہیں پیدا کر دی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے۔ ایک خاص حد تک نشو و نما پاتی ہے، ایک خاص مدت تک باقی رہتی ہے اور ایک خاص وقت پر ختم ہو جاتی ہے۔"

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کی مانند ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات تمہیں اس لیے بتائی جا رہی ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔"

آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودی کہتے ہیں:

"انہی کے مانند" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اتنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی قسم سے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لیے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی بنا رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں کے لیے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جن میں دنیائیں آباد ہیں۔"

قرآن کا نظریۂ حیات

نظریۂ کائنات کی تشریح کے ساتھ ساتھ نظریۂ حیات کی وضاحت بھی ضروری ہے، اس لیے کہ اول تو کائنات خود ایک مظہر حیات (Phenomenon of life) ہے، دوسرے کائنات بے حیات نہیں ہو سکتی اور کائنات کے اندر حیات کا وجود لازماً ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن نے زمین و آسمان کے مرکب کے اجزائے ترکیبی کو ایک دوسرے سے جدا کرکے تخلیق کائنات کے آغاز کی جو نشان دہی ایک آیت میں کی ہے، جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے، اس میں یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ خدا نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا، یعنی کائنات کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ حیات کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ ایک دوسری آیت کے مطابق، جس کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے، زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت عرش خداوندی کے کسی نوعیت کے پانی کی سطح پر ہونے سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ حیات کے آثار کائنات کے ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ کائنات میں حیات کے وجود کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر کیا ہے۔ علمی حلقوں میں ایک مدت سے یہ بحث ہوتی رہی ہے کہ کائنات و حیات کا ارتقاء (Evolution) ہوا ہے یا ان کی تخلیق (Creation)؟ جب سے ڈارون نے انیسویں صدی میں اصل الانواع (Origin of species, 1859) کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا ہے سائنس دانوں کا موقف یہ ہو گیا ہے کہ کائنات و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیات کی تخلیق یہ یک دفعہ یا جستہ جستہ نہیں ہوئی ہے، بلکہ تمام موجودات کا مسلسل ارتقا اس طرح ہوا ہے کہ بہم ایک چیز کے اندر سے دوسری بہتر چیز نکلتی چلی گئی ہے، گرچہ سائنس کے اس مادی ومیکانکی نظریے میں سائنس دانوں نے خود ہی کچھ گم شدہ کڑیوں (Missing Links) کا اقرار کیا ہے اور سب سے بڑھ کر حل طلب بلکہ ناقابل حل سوال تو یہ ہے کہ وہ بنیادی مادہ کب، کہاں اور کیسے وجود میں آیا جس سے حیات وکائنات کا سلسلہ شروع ہوا؟

چونکہ سائنس اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے، لہٰذا اس کے لیے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں مذہبی نقطۂ نظر کا بہترین ترجمان قرآن ہی ہے، جو اسلامی نظریۂ کائنات وحیات کی بنیادی دستاویز ہے۔ قرآن کا موقف سمجھنے کے لیے سب سے پہلے حسب ذیل آیات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ	ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (الحجر:۲۶)	سوکھے گارے سے بنایا۔

اس آیت کا مفہوم بقول مولانا مودودیؒ یہ ہے:۔

"یہاں قرآن اس امر کی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا البشریت کے حدود میں نہیں آیا ہے، جیسا کہ نئے دور کے ڈارونیت سے متاثر مفسرین قرآن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ اس کی تخلیق کی ابتدا براہ راست ارضی مادوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے صلصال من حما مسنون کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر اٹھی ہوئی مٹی کا ایک پتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوا اور پھر اس کے اندر روح پھونکی گئی۔"

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ	اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی
مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ (الحجر:۲۷)	لپٹ سے پیدا کر چکے تھے
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ	وہی ہے جس نے تمہارے لیے
مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا	زمین کا فرش بچھا دیا اور اس میں تمہارے
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	چلنے کو راستے بنائے، اور اوپر سے پانی
فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ	برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے مختلف اقسام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۳، ۵۴)

کی پیداوار نکالی۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المومنون: ۱۲ تا ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعرا: ۷، ۸)

اور کیا انھوں نے کبھی زمین پر نگاہ ڈالی کہ ہم نے کتنی کثیر مقدار میں ہر طرح کی عمدہ نباتات اس میں پیدا کی ہیں؟ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا	سچ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف
(فاطر: ۲۷، ۲۸)	علم رکھنے والے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔
خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ	اس نے تم کو ایک جان سے پیدا
ثُمَّ جَعَلَ مِنْہَا زَوْجَہَا	کیا، پھر وہی ہے جس نے اس جان سے
وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ	اس کا جوڑا بنایا۔ اور اس نے تمہارے
ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ یَخْلُقُکُمْ	لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا
فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا	کیے۔ وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین
مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ	تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک
ثَلٰثٍ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ	کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے، یہی
لَہُ الْمُلْکُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ	اللہ جس کے یہ کام ہیں تمہارا رب ہے،
فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ۝	بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس
(الزمر: ۶)	کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے
	جا رہے ہو؟
وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا	اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے
زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (الذاریات: ۴۹)	ہیں، شاید کہ تم اس سے سبق لو۔
اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ	کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا
ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ (الطور: ۳۵)	ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟
اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ	ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ
وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ	پیدا کی ہے اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم
کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ	ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں
(القمر: ۴۹، ۵۰)	آجاتا ہے۔
وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا	اور اس نے طرح طرح سے تمہیں
(نوح: ۱۴)	بنایا ہے۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزارتا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاللّٰہُ اَنۡبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۙ (نوح: ۱۷) — اور اللہ نے زمین سے تم کو عجیب طرح اگایا۔

اس پر مولانا مودودیؒ کا نوٹ ہے:

"یہاں زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اگنے سے تشبیہہ دی ہے۔ جس طرح کسی وقت اس کرے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو اگایا اسی طرح ایک وقت تھا جب روئے زمین پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔"

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا (الدھر: ۱) — کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (التین: ۴) — ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

مذکورہ بالا آیات کے اشارے سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی سر راہے پڑی ہوئی کوئی خود کار چیز نہیں ہے، یہ باضابطہ پیدا کی گئی ہے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس بات کا خالق نے خود دعویٰ کیا ہے اور تخلیق کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اس لیے کہ وہی خدائے کائنات اور مالک حیات ہے۔ اس نے کائنات کے ساتھ ساتھ حیات ایک انداز سے اور منصوبے کے مطابق پیدا کی ہے۔ یہ اس کی بنائی ہوئی تقدیر ہے جس کے تحت ہر چیز بقدر ضرورت، پوری اہمیت کے ساتھ، پیدا کی گئی ہے۔ ہستی کا ایک نظام ہے جو قدرت الٰہی کے مرتب کیے ہوئے فطری ضابطوں پر مبنی ہے۔ وجود نرا وجود نہیں ہے اس کے کچھ قواعد اور کچھ مقاصد ہیں۔ وجود کی بے شمار شکلیں ہیں جو ایک منطقی ربط کے ساتھ باہم مربوط ہیں۔

خدا کی اس تخلیق میں ایک حکیمانہ ارتقاء ہے۔ ساری مخلوقات بہ یک دفعہ نہیں پیدا کر دی گئیں۔ وہ ایک تدریج و ترتیب کے ساتھ نمودار ہوئی ہیں۔ بنیادی اور اولین مادّے کی تشکیل کے بعد، جس کی نوعیت خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم، تمام مخلوقات مشیت الٰہی کے مطابق یکے بعد دیگرے، الگ الگ وجود میں لائی گئیں۔ آسمان اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمین، ستارے اور سیارے ایک طویل مدت کے اندر رونما ہوئے۔ دنیا اپنے تمام آفاقی مظاہر کے ساتھ وجود میں آئی اور اس کی زمین پر پہلے جمادات، پھر نباتات، تب حیوانات اور سب سے آخر میں انسان کی پیدائش ہوئی، جس کی تخلیق کے عناصر ترکیبی میں دوسری مخلوقات کا حصہ معلوم ہوتا ہے، اس کے خمیر اور سانچے میں مٹی، پودے اور جانور سب کے اجزا ہیں، جو وجود کے مختلف مراحل کی نشان دہی کرتے ہیں، مگر انسان کی ساخت اپنی مکمل شکل میں دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز اور بہترین ہے، اس لیے کہ خدا نے اسے ایک دوسری مخلوق ہی، قرآن کے لفظوں میں "خلقاً آخر" بنایا ہے۔ یہ حقیقت ماں کے پیٹ میں باپ کے نطفے کی پرورش و پرداخت سے بھی عیاں ہے۔

مٹی کا پتلا خدا کے حکم سے تیار ہوا اور جب اس کی ایک شکل بن گئی تو خدا نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اس کے بعد آدم یا آدمی کی جنس سے ہی اس کا جوڑا بنایا گیا جس طرح کائنات کے اندر حیات کے دوسرے تمام مظاہر کے بھی جوڑے بحکم خداوندی بنے ہوئے ہیں۔ غور کیا جائے تو خود زمین و آسمان ایک جوڑے کی شکل میں باہم ملے ہوئے تھے، جس کے نتیجے میں وجود کا وہ عمل شروع ہوا جس کا علم انسان کو دیا گیا، جب کہ اس سے پہلے کی ہر بات صرف خدا کے علم میں ہے اور بعد کی ترقیات کے بھی بعض اسرار و رموز غیب ہی میں رکھے گئے ہیں۔ انسان کو صرف اس کی تخلیق اور حیات و کائنات کے چند اہم حقائق بتا کر یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ خدا نے آدمی کو "بہترین سانچے" (احسن تقویم) میں پیدا کیا ہے۔

یہ اشارہ ہے اس نکتے کی طرف کہ انسان حیات کا عظیم ترین مظہر اور خدا کی بہترین مخلوق ہے جسے کائنات کے حقائق کا علم دے کر جنّوں اور فرشتوں تک پر فضیلت دی گئی، تاکہ وہ دنیا میں خدا کا نائب بن کر مشیت الٰہی کے منصوبوں کی تکمیل کرے اور ہستی کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر بڑے سے بڑا انعام حاصل کر سکے، جیسا قرآن کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے جن کا حوالہ آئندہ سطروں میں دیا جائے گا۔ یہ ہے اسلام کا نظریۂ حیات جو قرآن سے عیاں ہے۔

منصوبۂ تخلیق

حیات و کائنات کے وجود کا تجسس کرتے ہوئے ہر صاحب علم کو یہ جاننے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کوشش کرنی چاہیے کہ زمین سے آسمان تک فطرت کے عظیم الشان نظام کا منصوبۂ تخلیق کیا ہے؟ اس اہم ترین سوال کا بہترین جواب وہی ہے جو خود خدا کے لفظوں میں قرآن مجید نے دیا ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل آیات پر اچھی طرح غور کیا جانا چاہیے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(الدخان: ۳۸، ۳۹)

یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کھیل کے طور پر نہیں بنا دی ہیں۔ ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ○ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ○

(الملک: ۱-۲)

نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

(الجاثیہ: ۲۲)

اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

(الجاثیہ: ۲۴)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمیں مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔ درحقیقت اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے، یہ محض گمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
(البقرہ: ۲۱)

لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
(الروم - ۳۰)

پس یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا
(ص: ۲۷)

ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" انھوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا: "میں جانتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ
بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ
اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ
اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۗ
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(البقرہ: ۳۰ تا ۳۴)

یوں جو کچھ تم نہیں جانتے" اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا" اگر تمہارا خیال صحیح ہے کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ انھوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں" پھر اللہ نے آدم سے کہا "تم انھیں ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیے تو اللہ نے فرمایا: "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں"

پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف ۵۴) — خلق اور امر دونوں اسی کے ہیں

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ (الاحزاب ۷۲) — ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات و کائنات کی تخلیق ایک منصوبے کے تحت، ایک مقصد کے لیے ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا کی بندگی کرتے ہوئے انسان اپنی زندگی میں روئے زمین پر نیابت الٰہی کی امانت کا حق ادا کرے اور اس مقصد کے لیے جہاں ہر ہر فرد بہترین شعور و کردار کا ثبوت دے وہیں پوری نوع انسانی ہر سطح پر بھی ترقی کرے، تاکہ عالم وجود کا ارتقا اس حد تک پہنچ جائے جو خدا نے مخلوقات کی ہستی کے لیے مقرر کر دی ہے۔ یہ فروغ ہستی عروج انسانیت بھی ہے۔ اسلام کی روایات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والی روحانی و جسمانی معراج، جس کا بیان قرآن کی سورہ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم میں ہوا ہے، ایک مربوط و متوازن ارتقائے وجود کی وہ انتہا ہے جس کے آگے انسان کا تصور نہیں جا سکتا۔

خدا نے خلق اور امر دونوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے دنیا بنا کر چھوڑ نہیں دی ہے بلکہ جیسا کہ قرآن کی متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے تخلیق کائنات کے بعد بھی خالق کائنات کلی و عمومی آفاقی اقتدار کے عرش پر بیٹھا ہوا کارخانۂ ہستی کا سارا انتظام چلا رہا ہے۔ ازل سے وجود کی تقدیر اس نے بنائی ہے اور ابد تک وجود کے تمام امکانات کو روبہ عمل لانے کی تدبیر بھی وہی کرتا رہے گا۔ وہ حیات و کائنات کی تمام شکلوں کا پروردگار (رب) ہے اور اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ تمام دائروں میں رونما ہونے والی زندگی کی ہدایت بھی کرتا رہے:

رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (طٰہٰ: ۵۰) — ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا۔

اس خیال انگیز آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ کہتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یعنی دنیا کی ہر شئے جیسی کچھ بھی بنی ہوئی ہے اسی کے بنانے سے بنی ہے، پھر ایسا نہیں کیا کہ ہر چیز کو اس کی مخصوص بناوٹ دے کر یونہی چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے بعد وہی ان سب چیزوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو۔ کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا، مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اڑنا اسی نے سکھایا ہے۔ وہ ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں ہادی اور معلم بھی ہے۔"

مخلوقات کے اتنے زبردست، ہمہ گیر اور موثر انتظام کے بعد سب کو اشرف المخلوقات کے لیے مسخر کر دیا گیا، تاکہ وہ سطح وجود یا روئے ارض پر خدائے کائنات کی نیابت کرتے ہوئے اپنی زندگی کا امتحان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ دے اور خالق کے حضور میں سرخ رو ہو کر آخرت کی حیات ابدی کا سامان کرے۔ یہ امتحان میں کامیابی کا انعام ہوگا، جب کہ ناکامی کی سزا مکمل تباہی ہے۔

سائنس اور قرآن کے نظریات کا موازنہ

حیات و کائنات کی زندگی و ترقی کے متعلق سائنس اور کائنات کے نظریات کا جو مختصر بیان عمومی طور پر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے ان کا ایک تقابلی مطالعہ کرنے سے اوّلین حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ سائنس اپنی محدود اور ناقص معلومات کی وجہ سے کوئی بات یقینی طور پر صاف صاف نہیں کہہ سکتی، جب کہ قرآن خدا کے بے پایاں اور کامل علم کی بنا پر ہر چیز بالکل قطعی طور پر صراحت کے ساتھ پیش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سائنس کے بیانات سے وہ اعتماد نہیں پیدا ہوتا جو مثبت اور موثر عمل کا سرچشمہ ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کے ارشادات یقین و اعتماد کی کیفیت پیدا کرتے اور بہترین عمل کی تحریک کر سکتے ہیں۔ یہ فرق نہایت اہم ہے۔ انسان کی زندگی بے عمل فکر کی بنیاد پر نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ باقی رہ سکتی ہے۔ لہٰذا انسانیت کی بقا و ترقی کا تقاضا ہے کہ اس فکر کو اختیار کیا جائے جو نتیجہ خیز ہو، محض خرد کے بدلتے ہوئے نظریات کا کھیل نہیں ہو، زندگی کا ایک مستقل تصور ہو جو ایک مقصد حیات سے عشق اور اس کے لیے عمل کا جذبہ پیدا کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارتقاء کی گفتگو کرنے کے باوجود سائنس دانوں کے خیالات میں جمود کا ایک عنصر ہے اور وہ ان کی خدا بیزاری کا پیدا کیا ہوا ہے، جو صریحاً بے عقلی کی ایک بے بنیاد بات ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک متحرک کائنات میں سانس لے رہے ہیں جو ہمہ دم ترقی کر رہی ہے۔ "کن فیکون" کی صورت میں خدا کی قدرت اور مشیت کا عمل مسلسل جاری ہے۔ خدا اول تو "بدیع السماوات والارض" (الانعام: ۱۰۱) یعنی آسمان و زمین کا موجد ہے، دوسرے وہ تخلیق کی ابتدا کے ساتھ اس کا اعادہ کرنے والا بھی ہے (یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ، یونس: ۳۴) قرآن کا ارشاد ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ یعنی آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور وہ کائنات میں مسلسل توسیع کر رہا ہے۔ مزید ارشاد ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ	اور کیا ان لوگوں کو یہ سجھائی نہیں دیتا
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ	کہ جس خدا نے یہ زمین و آسمان پیدا کیے
یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ	اور ان کو بنانے ہوئے وہ نہ تھکا وہ ضرور
یُّحْیِ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ	اس پر قادر ہے کہ مردوں کو جلا اٹھائے،
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الاحقاف: ۳۳)	کیوں نہیں یقیناً وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے بعد زندگی اور دنیا کے بعد آخرت کا تصور قرآن و اسلام کے نظریۂ حیات و کائنات کے انتہائی متحرک ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے، جبکہ دنیا کی زندگی تک محدود سائنس دانوں کے افکار کی دہریت ان کے جمود فکر کی قطعی دلیل ہے سائنس کے نظریۂ حیات و کائنات میں ربط و تسلسل کی سخت کمی ہے۔ ارتقاء کی گم شدہ کڑیاں تمام اہل علم کو معلوم نہیں۔ یہ ایک ایسا میکانکی ڈیوانی ارتقاء ہے جس میں رخنے ہی رخنے ہیں، جن کو بھرنے کے لیے صرف مفروضے (Hypothesis) قائم کر لیے گئے ہیں، اور ان پر اصول موضوعہ (Postulates) کی طرح یقین کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف قرآنی نظریہ بالکل مربوط و مسلسل ہے اور مفروضوں کے بجائے قطعی بیانات پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ ان بیانات کو عقاید (dogmas) کا اظہار کہا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایک فطری و منطقی صورت حال ہے، اس لیے کہ غیب کے متعلق مشاہدے اور تجربے کی بات نہیں کی جا سکتی، لامحالہ ایمانیات کی بات کی جائے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بھی اگرچہ اصول موضوعہ ہیں مگر یہ انسانی گمان وقیاس پر مبنی اور مشتبہ اس لیے نہیں کہ یہ وحی کے خدائی الفاظ ہیں جن کی صداقت کی تردید کسی واضح دلیل سے نہیں کی جا سکتی۔

سائنس حیات کی ابتدا اور ایک مدت تک اس کے ارتقا کو ایک خودکار (mechanical) عمل مانتی ہے اور انسان کے اندر شعور کے آغاز سے پہلے حیوانی ادوار زندگی فرض کرتی ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کا نظریہ ہے کہ ایک علیم وخبیر ہستی نے پوری حکمت کے ساتھ کائنات اور اس کی موجودات کی تخلیق کے ساتھ ساتھ حیات کو درجہ بہ درجہ ترقی دی، اس کے مختلف مرحلے اور دائرے متعین کیے، یہاں تک کہ مٹی کے پتلے میں اپنی روح پھونکنے کے فوراً بعد اسے علم وشعور کی دولت سے اس حد تک مالامال کر دیا کہ وہ مخلوقات میں سب سے افضل بن گیا اور فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکے تو بحکم خداوندی اس کے آگے جھک گئے، چنانچہ خدا نے روئے زمین پر انسان کو اپنا نائب (deputy) بنا کر کائنات کی تمام اشیا کو اس کی خدمت اور اس کے استعمال کے لیے مسخر کر دیا۔ یہ جذباتی تصورات نہیں ہیں، دانش مندانہ افکار ہیں جن کی بنا پر اور جن کی بدولت ہی دنیا میں انسان کی زندگی کا کوئی مصرف ومقصد، معیار اور نصب العین معلوم ہوتا ہے، اس کی سنجیدگی اور ذمے داری واضح ہوتی ہے اور اس کی افادیت واہمیت کا پتا چلتا ہے۔

بہرحال، قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے، یہ تو زندگی کا ہدایت نامہ ہے۔ لہٰذا قرآن سائنس کی طرح فارمولے نہیں پیش کرتا، نہ ہی حیات وکائنات کے ارتقا کے مراحل سے بحث کرتا ہے۔ اس کے بجائے وحی الٰہی صرف ان بنیادی امور پر روشنی ڈالتی ہے جن کا تعلق زندگی اور اس کے معاملات سے ہے۔ چنانچہ حیات وکائنات کی تخلیق وتشکیل اور توسیع وترقی کے متعلق نازل ہونے والی آیات قرآنی کا مطلب ومقصد صرف یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کے حقائق کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لے اور اس سلسلے میں اس کا ذہن صحیح طور پر کام کرے، تاکہ دنیا میں انسان کا کردار درست رہے، وہ راہِ راست پر چلے اور منزل مقصود کی طرف بڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ حیات وکائنات کے حقائق کی تفصیل میں جانے کے بجائے قرآن نے ان کی طرف اشارے کرنا کافی سمجھا ہے۔ کہنا چاہیے کہ قرآن نے آخری سوالات کے جواب دے کر ان مسائل کے حل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شاہ کلید اہل ایمان کے حوالے کر دی ہے جن میں اہل علم زمانۂ دراز سے الجھے ہوئے ہیں۔
اب یہ صاحب ایمان سائنس دانوں کا کام ہے کہ وہ قرآنی اشارات کی روشنی میں لادین سائنس دانوں کے دہریت پسندانہ نظریات کی تردید اور قرآن کے پیش کیے ہوئے ایمان افروز تصورات کی تشریح و تصریح کریں۔

صحیح علمی رویّہ

علم انسان کے وجود کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، لیکن علم کے موضوعات بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہوتے ہیں، دوسرے وہ جن کا انکشاف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ آخری علم غیب کی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے حیات و کائنات کا آغاز و انجام معلوم ہوتا ہے۔ ابتدا و انتہا کے متعلق جو سوالات انسان کے ذہن میں آتے ہیں، مثلاً :-

۱۔ ہستی کا سفر کب اور کیسے شروع ہوا؟

۲۔ اس سفر کی منزل کیا ہے؟

ان سوالوں کے جواب دینے سے انسان کا ذہن قاصر ہے۔ دوسرے سوال سے تو سائنس بحث ہی نہیں کرتی، مگر پہلے سوال پر جو کچھ تفتیش اور جستجو اب تک اس نے کی ہے اس کا کوئی حاصل نہیں نکلا، اس لیے کہ اس سوال کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں ہے، اور انسان کو اتنا ہی معلوم ہے جتنا خدا نے بتا دیا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ اصلاً ایمان کا ہے جس پر انحصار کر کے ہی کوئی علمی کاوش نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ قرآن نے اس سلسلے میں صحیح علمی رویے کی نشان دہی خود ہی کر دی ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ	اس کتاب میں دو طرح کی آیات
الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ	ہیں: ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ	ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ	کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش
فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ	میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے
ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ	رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تَاوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَهٗۤ	کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم
اِلَّا اللّٰهُ ؑ وَالرّٰسِخُوْنَ	اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بخلاف اس
فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ	کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا	کہ "ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے
یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝	رب ہی کی طرف سے ہیں۔" اور سچ یہ ہے
(آل عمران : ۷)	کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند
	لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

حیات و کائنات کی ابتدا کا تعلق متشابہات سے ہے۔ اس لیے کہ یہ موضوع بہت مبہم ہے اور اس میں مختلف بلکہ متضاد نظریات کے امکان ہیں، جن کے سبب انتشار فکر پیدا ہوتا ہے اور تعین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہو سکتا کہ حقیقت کیا ہے، لہٰذا انسان اپنی عقل سے قیاس پر قیاس کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ اس ذہنی پراگندگی کا اثر عملاً انسان کی زندگی پر پڑتا ہے اور اس کے شعور و کردار دونوں میں کجی پیدا ہو جاتی ہے، بسا اوقات وہ الحاد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور ایک نامراد زندگی گزارتا ہے۔ یہ سب ذہنی عدم توازن کے سبب ہوتا ہے۔ قرآن کی حسب ذیل آیت بگڑے ہوئے توازن کو درست بھی کر سکتی ہے اور ذہن کو متوازن بھی رکھ سکتی ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان
اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ	کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (المومن: ۵۷)	کام ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اس آیت سے انسان کے ذہن کی حد معلوم ہوتی ہے۔ زمین و آسمان کی وسعت کے مقابلے میں آدمی کی قوتوں کا پیمانہ مختصر ہے۔ لہٰذا اگر وہ عقل سلیم سے کام لے تو اپنے محدود علم پر ناز کرنے کے بجائے ان باتوں کا علم جن کا سمجھنا اس کے لیے محال ہے خدا سے طلب کرے اور اس کے لبوں پر یہ دعا ہو:

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ - ۱۱۴)	اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر۔

یہ درحقیقت اس حکمت کی طلب ہوگی جسے قرآن مجید نے "خیر کثیر" قرار دیا ہے:

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ	جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (البقرہ : ۲۶۹)

اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔

علم و حکمت کی جستجو قرآن حکیم کا ایک اہم موضوع ہے اور اللہ کی کتاب نے بار بار انسان کو فطرت کے تمام داخلی و خارجی مظاہر پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان مظاہر کو خدا نے اپنی قدرت کی نشانیوں سے تعبیر کیا ہے اور ان کا نام آیات رکھا ہے۔ کائنات میں ہر طرف خدا کی آیات پھیلی ہوئی ہیں اور پیہم ان آیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا دیدہ وری کا تقاضا ہے کہ ہدایت الٰہی کے تحت ان آیات پر تدبر کر کے ایسی تدبیروں سے کام لیا جائے جو حق و صداقت کو واضح کر دیں۔ آدمی کو جو قوتیں فطری طور پر دی گئی ہیں ان کا صحیح مصرف یہی ہے :

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (حٰم السجدہ: ۵۳)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ فرمان واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟

اس آیت کی پیش گوئی جس طرح پچھلی چودہ صدیوں میں پوری ہوتی ہے آیندہ بھی ہوتی چلی جائے گی اور مسلسل ہو رہی ہے۔ اس مقالے کی ابتدا میں کائنات کے وجود کے متعلق جو آیت پیش کی گئی ہے اس کی تصدیق سائنس کے تازہ ترین نظریے سے بھی ہوتی ہے، لیکن جس حقیقت کی طرف قرآن نے ڈیڑھ ہزار سال قبل اشارہ کر دیا تھا اس تک پہنچنے میں سائنس کو اتنے ہی سال لگے۔ لہٰذا اگر حیات و کائنات کے متعلق قرآن کے اشارات پر ایمان رکھ کر علم و حکمت کی جستجو کی جائے تو انسان کی راہ خلاف آسان ہو سکتی ہے اور ہر قسم کی ترقیات کی منزل مقصود قریب آ سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com